بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد اتنی بڑی ہے کہ اگر یہ مخلصانہ طور پر کچھ کرنا چاہیں تو امن عالم کے قیام میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ نہایت ہی اہم کردار اور بہت ہی موثر۔ لیکن شرط یہ ہے کہ واقعی ان سے قیام امن کے لئے کچھ کام لیا جائے۔ صرف باتوں سے تو کوئی کام نہیں ہوجاتا۔ اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے عملی اقدامات کی جو صرف لیڈر ہی کرسکتے ہیں، عوام بغیر قیادت کے عملی اقدام نہیں کرسکتے۔

دنیا کی اس وقت حالت یہ ہے کہ نہ کہیں داخلی امن ہے اور نہ خارجی، حالانکہ ساری دنیائے انسانیت اس پر متفق ہے کہ دنیا میں امن قائم ہونا چاہئے اور امن ہی قائم رہنا چاہئے۔ کہا جاتا ہے کہ ادارۂ اقوام متحدہ بھی امن ہی قائم رکھنے کے لئے قایم ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تمام بین الاقوامی اجتماعات کا یہی مقصد ہوتا ہے۔ ہوتا ہوگا۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ داخلی طور پر ہر ملک میں بدامنی موجود ہے، اور خارجی طور پر بدامنی اور بدگمانی سے ساری فضائے ارضی‌گندہ ہو رہی ہے۔ ہر وطن والے کو دوسرے وطن والوں سے خطرہ لاحق اور ہر حکومت کو دوسری حکومت سے ظلم و تعدی کا خوف موجود ہے۔ طعنے دیئے جاتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں بادشاہ اور جاگیردار ملک گیری کے لئے جنگیں کرتے تھے، اور انسانی خون پانی کی طرح بہایا جاتا تھا۔ خدا کرے کہ اب ان آنکھوں والوں کو نظرآئے کہ لبنان اور شام کے سرسبز دیہاتوں پر آگ برسائی جارہی ہے، اور بنی اسرائیل کا بادشاہ ساؤل نہیں آگ نہیں برسا رہا ہے۔ نہ آج کل کہیں طالوت ہے اور نہ جالوت،

نہ کہیں داؤد ہیں اور نہ سلیمان۔ لیکن بدامنی ظلم اور تباہی ہر بادشاہی دور سے زیادہ ہے۔ کیا انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ ع

کاروبار شہریاری کی حقیقت اور ہے
یہ وجود میر و سلطاں پر نہیں ہے منحصر
مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر

آج کل یہ حال ہے کہ ہر ملک اپنی آبادی پر ٹیکسوں کا زیادہ سے زیادہ بوجھ ڈال کر فوجی اخراجات پورے کر رہا ہے۔ ملک کے اندر جرائم بڑھ رہے ہیں اور اہل علم حضرات یہ تجربات کررہے ہیں کہ انسانی نسل کو ملیا میٹ کرنے اور بھری بھرائی انسانی آبادی کو چشم زدن میں نسیا منسیا کردینے کی اچھی سے اچھی اور موثر سے موثر کیا کیا چیزیں ایجاد کی جائیں۔

آخر یہ سب کیوں ہورہا ہے جب کہ دنیا کے کسی حصہ میں بسنے والے عوام چاہے وہ کسی نسل سے تعلق رکھتے اور چاہے وہ کسی طرح کا عقیدہ رکھتے ہوں۔ نہ جنگ و جدال کو پسند کرتے ہیں اور نہ بدامنی و بے اطمینانی کو۔ اگر استصواب عامہ کیا جائے تو کسی ملک کی آبادی میں دس فیصد رائیں بھی جنگ، بمباری اور بدامنی کے حق میں نہیں ملیں گی۔

آپ روسی عوام سے پوچھیں یا امریکی عوام سے۔ عوام بالکلیہ بے گناہ ہوں گے، اس کے باوجود روسی اور امریکی بیڑے سمندر میں ایک دوسرے کے مقابل نظر آئیں گے۔ ہند چینی کے علاقوں میں مسلسل بم برس رہے ہوں گے اور اس سے بھی زیادہ ستم ظریفی یہ نظر آئے گی کہ اسرائیل کے ظلم و تعدی کے خلاف پوری قوت کے ساتھ ایک عالمی لیڈر آواز اٹھانے کو تیار ہے۔ مگر اسلحہ کی فروخت سے جو فائدہ اس ملک والوں کو پہنچتا ہے، اور خود اس کا سرمایہ پرست دل جو لذت اس میں محسوس کرتا ہے، اس سے محروم ہونے کے لئے وہ

تیار نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہر تیسرے دن ایک بیان سرمایہ پرستی کے خلاف ضرور دے دیتا ہے۔

انسان فطرۃً امن پسند ہے اور یہ اس کی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ امن کو پسند کرے۔ چاہے اس کا وطن کہیں ہو، اس کے مذہبی عقائد کچھ بھی ہوں، اور چاہے وہ کسی سیاسی مسلک سے وابستہ ہو۔ انسان کبھی بدامنی کو پسند نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا میں بدامنی موجود ہے اور پورے جلال کے ساتھ موجود ہے۔

عام انسانوں کو چھوڑئے، مسلمانوں ہی کو دیکھئے۔ یہ وہ ہیں جن کی خاص صفت رحماء بینھم بتائی گئی ہے، اور یہ وہ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ آپس میں صرف بھائی بھائی ہوسکتے ہیں۔ اور خود مسلمان باربار اخوت اسلامی کے دعوے بھی کیا کرتے ہیں۔ ماشااللہ بین الاسلامی کانفرنسیں اور مجالس بھی ہوتی ہی رہتی ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود دل ایک دوسرے سے کھنچے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں۔ اور کبھی کبھی سرحدوں پر دو مسلمان ملکوں کی درمیانی سرحدوں پر مسلح آویزش بھی نظر آجاتی ہے۔

پھر یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ قول و فعل میں یہ تضاد کہاں سے آگیا، اوروں میں آیا تو آیا خود مسلمانوں میں یہ منافقانہ روش کہاں سے پیدا ہوگئی۔

دنیا میں کچھ لوگ ایسے ضرور موجود ہیں جو امن کی صورت میں اپنے کاروبار کی تباہی کا نقشہ دیکھتے ہیں۔ اور خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر مسلسل خطرات نہ قایم رہیں اور جنگ ہوکر اسلحہ برباد نہ ہوتے رہیں تو ان کے بہت سے کارخانے بند ہوجائیں گے۔ اور کم ترقی یافتہ ملکوں

کو ادھار قیمت پر اسلحۂ مہیا کرکے اپنے سیاسی دباؤ میں لینے کا جو موقع انھیں حاصل ہے وہ جاتا رہے گا۔

لیکن ایسی طرح سوچنے والوں کی تعداد تو ہر ملک میں بہت ہی کم ہے آخر عوام ان دشمنان انسانیت اور زر پرستوں کو روکتے کیوں نہیں ؟

دنیا کے امن پسندوں کو نہایت اخلاص کے ساتھ ان تمام حالات کا جائزہ لینا چاھئیے اور پوری تندھی کے ساتھ غور کرکے اصلاح کی کوئی صورت پیدا کرنی چاھئیے۔ کیا دنیائے انسانیت کا امن صرف سرمایہ پرستی پر قربان ہوتا رہے گا۔ سرمایہ پرستی، انفرادی بری ہوتی ہے۔ اجتماعی بھی لعنت بن جاتی ہے۔ اور دنیا کے لئے سرمایہ پرستی اس وقت سب سے بڑا عذاب بن جاتی ہے جب یہ ریاستی یا حکومتی سرمایہ پرستی کی صورت اختیار کرلے۔

اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ہم اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے کہ رائے عامہ اپنے لئے لیڈر بناتی ہے یا لیڈر اپنے لئے رائے عامہ تیار کرتا ہے۔ رائے عامہ ہزار موثر ھتھیار سہی ، لیکن بہرحال ھتھیار ھی تو ہے۔ تلوار جوھردار ھو مگر خود سے تو حرکت نہیں کر سکتی۔ اسے بھی دیکھنا ھی پڑے گا کہ قبضہ پر ھاتھ کیسا ہے ؟